

عہد نبوی کی ابستدائی مہمیں محرمات، مسائل اور مقاصد

(۵)

از: جناب ڈاکٹر محمد یحییٰ منظر صدیقی استاد شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جہاں تک حضرت سعد بن ابی وقاص کی اس موقع اور جنگ قادسیہ میں بزدلی یا دونہی کے مظاہرے اور پھر اس کو چھپانے کے لیے ان کے تیر چلانے کی روایت گڑھنے اور اس پر بلا ضرورت زور دینے اور حضرت واقد کے کارنامے کو گھٹانے اور دونوں کے بارے میں مآخذ کے رویہ میں ان کے سیاسی اور سماجی پس منظر کے مد نظر فرق پائے جانے کا تعلق ہے اس کا سرمدت ہمارے اس موضوع سے تعلق نہیں ہے لیکن مختصر یہ کہنا جاسکتا ہے کہ حضرت سعد پر دونہی کا الزام سراسر بہتان ہے۔ اور اس کی تاریخی واقعات سے تردید ہوتی ہے۔ حضرت سعد کے بارے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ وہ بیشتر بلکہ تمام ابستدائی مہموں میں شریک رہے تھے۔ اور بعد کے تمام غزوات میں اور بعض سرایا میں بھی پورا پورا حصہ لیا تھا۔^(۱۳) ابن سعد اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ اصحاب نبی میں ان کا شمار ماہر تیر اندازوں میں ہوتا تھا۔^(۱۴) سریہ عبدہ میں ان کے تیر چلانے کی فضیلت کا واقعہ کوئی تنہا نہیں ہے۔ جنگ اُحد میں انھوں نے سہارنہ تیر اندازی کا وہ مظاہرہ کیا تھا کہ متعدد روایات کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف و توصیف فرمائی تھی۔^(۱۵) اس کے علاوہ بھی بعض دوسرے غزوات و مواقع پر ان کی شجاعت و مردانگی کے حوالے ملتے ہیں۔^(۱۶) یہ صحیح ہے کہ

ان کے کارناموں کے بارے میں بعض روایات ان کی سند پر یا ان کے اہل خاندان میں سے کچھ مروجہ ہیں لیکن اس سے کہیں زیادہ تعداد ان روایتوں کی ہے جو ان کے علاوہ دوسرے غیر متعلقہ راویوں سے مروجہ ہیں۔^(۱۳۵) پھر واٹ کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے کہ ان کی تیر اندازی کی خبر کن روشنی میں حضرت واقعہ کے کارنامے کو کم کر کے دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابن ہشام نے اپنے تبصرے میں ابن ہشامی کے قتل کو اسلام کے لیے اولین قتل قرار دے کر ان کے کارنامے کی قدر قیمت کا اعتراف و اعلان کیا ہے۔^(۱۳۶) بہر حال یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص زہری حضرت واقد بن عبد اللہ تیمی کے مقابلے میں امت کے زیادہ اہم اور نمایاں تفرود تھے۔ اگر ان کے کارنامے زیادہ اُجاگر نظر آتے ہیں تو یہ فطری بھی ہے اور تاریخی حقیقت بھی۔ اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ان کی سماجی و مذہبی برتری اور کثرت اولاد کی نعمت بعض دوسرے صحابہ یا افراد امت خاص کر امویوں کو حاصل تھی۔ پھر وہ کیوں مطعون و بدنام نظر آتے ہیں۔ کیا ان کے اخلاف جانشین ان کی تعریف و توصیف میں یہ خدمت انجام نہیں دے سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ واٹ کی اس سلسلے میں تمام دلیلیں نہ صرف بے وزنی اور پھر ہیں بلکہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ مآخذ کے بالکل خلاف ہیں۔

نامہ نبوی پڑھنے کے بعد حضرت عبداللہ کی اپنے ساتھیوں کے سامنے کی جانے والی تقریر میں ایک فقرہ شہادت کی تمنا کے بارے میں ہے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ امیر سر یہ یا ان کے ساتھیوں کو یا خود ذات نبوی کو جانی نقصان کا خدشہ تھا۔ واٹ اور ان کے حامی دوسرے جدید مورخین نے اس فقرے اور بعض دوسرے قرائن سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ ہم اس لیے خطرناک تھی کہ مسلمان مجاہدین چھاپہ مار کارروائی کے لیے جارہے تھے جس میں دونوں فریق کے لیے جانی نقصان کا احتمال و اندیشہ رہتا ہے۔^(۱۳۷) کسی حد تک یہ بات صحیح ہو سکتی ہے لیکن یہ معاملہ صرف ہم نخلہ تک ہی تو محدود نہیں ہونا چاہیے۔ جدید مغربی مورخین کا تو دعویٰ ہے کہ اس سے پہلے چھ ہمیں اسی نوعیت کی اور اسی غرض سے بھیجی گئی تھیں لیکن ان میں سے کسی میں بھی اتنے جانی خطرے کا احساس نہیں پایا جاتا۔ بلکہ

انہیں مدعیین کے دلائل کے مطابق ان مہموں میں جانوں کو زیادہ خدشہ و خطرہ لاحق ہو سکتا تھا کیونکہ وہ شامی شاہلوہ تجارت پر گزرنے والے قریشی کاروانوں کے خلاف بھیجی گئی تھیں جو وعدی طاقت کے لحاظ سے کافی بڑے ہوتے تھے اور اس طرح ان مہموں کے مجاہدین کے لیے جانی نقصان کا احتمال زیادہ تھا۔ پھر ان مہموں میں اس حقیقت صادق کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ خزار کی مہم میں بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا جو صرف آٹھ افراد پر مشتمل تھی اور کسی اور کی قیادت میں نہیں بلکہ خود حضرت سعد کی قیادت میں گئی تھی جو بقول فاتح اسی خطرے سے نخلہ کی مہم میں جان چراگتے تھے۔ بہر حال واضح یہ ہوتا ہے کہ اگر امیر سرہیہ یا ان کے اصحاب میں سے کسی کو اس قسم کے احتمالات تھے تو ان کا سبب مہم جوئی یا چھاپہ مار کارروائی نہ تھی بلکہ سرہیہ نخلہ کی مخصوص نوعیت تھی۔ اور یہ مخصوص نوعیت اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ وہ دیدہ و دانستہ شیروں کی کچھار میں چارہ ہے تھے۔ نخلہ مکہ اور طائف سے اتنا قریب تھا کہ اگر مسلم جماعت کی وہاں موجودگی کا علم قریش کو یا ان کے حلیف اہل طائف کو ہو جاتا تو وہ ہر قیمت پر مسلمانوں کو پکڑنے یا ختم کرنے کی کوشش کرتے کیونکہ ان کے اپنے گھر کے پھوڑے دشمن جاسوسوں کی موجودگی نہ صرف ان کو اشتعال دلاتی بلکہ ان کو خدشات سے بھی دوچار کر دیتی۔ اور وہ اس صورت میں ہر قسم کا اقدام کر سکتے تھے۔ اسی لیے امیر سرہیہ نے شہادت کی تمنا رکھے والوں کو ساتھ لے جانا چاہا تھا اور مذہب لوگوں کو روکنا چاہا تھا کیونکہ دوسرے قسم کے لوگوں کی موجودگی مضبوط دل والوں کے لیے بھی کسی وقت اضطراب کا سبب بن سکتی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے اس جماعت مجاہدین میں کوئی بزدل، دون ہمت یا شہادت سے گریزاں نہ تھا۔

ادھر کی بحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کم از کم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کاروان قریش پر حملہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ آپ کی ہدایت صرف قریش پر نظر رکھنے اور ان کے بارے میں خبریں فراہم کرنے یا کسی خاص کاروان قریش کے بارے میں معلومات حاصل کرنے تک محدود تھی۔ تمام مآخذ کا اس پر حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھاپہ مارنے کا حکم نہ تھا۔ اور اس تاریخی شہادت کی قدر و قیمت اور اہمیت میں اس حقیقت سے اور امانہ

ہو جاتا ہے کہ یہ انہیں تمام رواۃ اور مؤلفین سیرت اور مغازی نگاروں کی فراہم کردہ ہے جو سابقہ میں
 کے بارے میں براہ راست یا بالواسطہ مراجعت کے ساتھ یا معاصر انداز میں چھاپہ کاروں اور کاروں
 لوٹنے کے مقصد و محرک کے قائل ہیں۔ لہذا اس دعوے کی کہ ان مغازی نویسوں اور تذکرہ نگاروں
 نے ماحرم میں کاروان قریش لوٹنے کی ذمہ داری کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمان مجاہدین
 مہم کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، از خود تردید ہو جاتی ہے۔ منجسری واٹ کا تو یہ دعویٰ ہے
 کہ اس غدارانہ حملے اور ماہ مقدس کی بے حرمتی پر جب خود مدینہ میں شدید رد عمل ہوا تو آپ نے
 اس حقیقت سے انکار کر دیا کہ آپ ہی نے کارواں پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اس طرح امیر سر یہ
 اور ان کے جانبازوں کے کندھوں پر اس کی تمام ذمہ داری ڈال دی۔^(۱۲۸) گویا کہ آپ اسے علم
 کے خوف سے نہ صرف یہ کہ اپنی سابقہ حکم کی حقیقت سے منکر گئے بلکہ وفادار مسلم مجاہدین کو محض خطر
 میں ڈال دیا۔ اور مسلمان موزین نے آپ کے دفاع میں نامہ مبارک کی عبارت میں الحاق و
 تحریف کی اور خاص کر ان کی خبریں ہمارے لیے معلوم کرو۔“ والا فقرہ گڑھ کر شامل کر دیا تاکہ
 آپ کو اس حملہ کی ذمہ داری سے بچایا جاسکے اور بے چارے مسلم مجاہدین کو قربانی کا بکر ا بنا دیا جائے
 اور شہادتوں کے علاوہ جن میں سے کچھ اوپر گزر چکی ہیں خود مآخذ کی تمام روایات کی
 داخلی شہادتوں سے اس دعوے کی تردید ہوتی ہے۔ ابن اسحاق اور واقدی اور ان کے متبعین کا
 اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ گرامی پڑھنے کے بعد مجاہدین کو ”حکم نبوی“ کا
 بخوبی علم ہو گیا تھا اور بقول واقدی ہتر ابن ہشیرہ اور بقول سدی بطن ملل میں نامہ نبوت پڑھنے
 کے بعد غلہ تک وہ بلاشبہ تعمیل حکم نبوی کی خاطر ہی آئے تھے اور اسی لیے وہاں فروکش ہوئے
 تھے۔ پھر ان مجاہدین کو ابن ہشیرہ والے کارواں پر حملہ کرنے میں نخل پہنچ کر تذبذب کیوں ہوا تھا
 انھوں نے بحث و مباحثہ کیوں کیا تھا؟ اور بقول ابن اسحاق وہ حملہ کرنے سے گریزاں و ترسا
 کیوں تھے؟ کیوں ایک دوسرے کو ہمت دلا رہے تھے؟ اور بالآخر انھوں نے یہ فیصلہ کیوں
 تھا کہ جتنا ممکن ہو کارواں والوں کو مار ڈالا جائے اور ان کے مال پر قبضہ کر لیا جائے؟ مال

نبضہ کرنے اور اس سلسلہ میں مکہ خنزیری کرنے کے لیے تودہ نخلہ تک پہنچے ہی تھے پھر یہ سارا تذنبہ،
مباحثہ مناقشہ اور انجام کار حملہ کرنے اور لوٹ لینے کا فیصلہ کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا اس سے پوری
طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ ان کا اپنا فیصلہ تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو اس کی
ہدایت نہیں ملی تھی؟ یہ دعویٰ کہ ان کو حملہ کرنے کا حکم نبوی کی تعمیل میں تردد ماہ مقدس کے سبب
تھا۔ تو اس کی تردید بھی اسی دلیل سے ہوتی ہے۔ وہ جب نامہ گرامی کے مہنوں سے واقف ہونے
کے بعد روانہ ہوئے تھے تو بخوبی جانتے تھے کہ وہ مہینہ مقدس و حرم تھا۔ یہ علم ان کو اخذ کی
بیشتر روایات کے مطابق مدینہ سے روانگی کے وقت سے تھا اور چاند نخلہ پہنچنے پر نہیں ہوا تھا۔
پھر واث کا تو دعویٰ ہے کہ حملہ کا وقت اول یا آخر رجب نہ تھا بلکہ وسط رجب تھا جبکہ ان کے
نزدیک اشتباہ کی گواہی بھی نہ تھی۔ اس نکتہ پر ہم مفصل بحث در بعد میں کریں گے لیکن کیا
اس سے ان کے اس دعویٰ کی تردید نہیں ہو جاتی کہ حملہ کی ذمہ داری کو رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم سے مجاہدین کی طرف دیدہ و دانستہ نہیں منتقل کیا گیا ہے۔ اور کیا اس سے یہ بخوبی واضح
نہیں ہوتا کہ حملہ کرنے اور لوٹنے کا فیصلہ مسلم مجاہدین کا تھا جو انھوں نے مخصوص حالات و اسباب
کی بنا پر کیا تھا؟ اس نتیجہ کی مزید تائید و اقدی کی روایت کے مذکورہ بالا گیارھویں نکتے سے بھی
ہوتی ہے جس کے مطابق مسلم جماعت مجاہدین کا روانہ نخلہ پر حملہ کرنے اور ان کا مال لوٹنے
کے معاملہ پر دو فریقوں میں بٹ گئی تھی اور حملہ کے مخالف فریق نے حملہ کے حامی فریق کو
دنیاوی مال کی طمع پر لعن کیا تھا۔ اگر وہ نخلہ کا رواں لوٹنے ہی آئے تھے تو پھر مسلم جماعت
کے حامی و مخالف حملہ فریقوں میں تقسیم ہونے کے کیا معنی تھے اور کیوں ایک فریق کو دنیاوی دولت
کا حریص قرار دے کر ملعون کیا گیا تھا۔ مال غنیمت مقصود تھا تو دنیاوی مال و دولت کی حرص کا الزام
ہر دو فریق مجاہدین نخلہ کے بجائے سرکار مدینہ پر عائد ہونا چاہیے تھا جبکہ جدید مغربی مورخین نے
کیا ہے لیکن نہ صرف اس کا ثبوت مآخذ سے نہیں ملتا بلکہ اسکی واضح تردید ان سے ہوتی ہے مزید
تصدیق مآخذ کے اس بصرے سے ہوتی ہے جس کے مطابق سری نخلہ کی مدینہ واپس پر مسلمانان شہر

نے مجاہدین کو حملہ کرنے اور مال لوٹنے کا ملزم قرار دیا تھا اور ان کو اس پر سخت ملامت کی تھی۔ کسی روایت کے کسی فقرے یا اشارے سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی حملہ کا ذمہ داری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ کہ آپ سے پہلے حکم دیا گیا تھا وہاں دیکھ کر مکر گئے، آپ کی پوری سیرت و کردار کے منافی ہے۔ دشمن تک آپ کے صادق اور ایمان ہونے کے قائل اور گواہ تھے۔ اس کے علاوہ اپنے ساتھیوں کو معرحتِ خطر میں ڈال دینا یا ان کو کسی مشکل وقت میں حاق کر دینا یا چھوڑ دینا ایک عالمِ سیاسی قائد کے کردار سے فروتر سمجھا جاتا ہے۔ پھر آپ کے بارے میں اس کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ آپ دنیا کے چند عظیم ترین سیاسی مدبروں میں سے تھے۔ اس کے علاوہ تاریخی شہادتوں سے بھی اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے۔ آپ کی پوری نجی اور عوامی زندگی کے کسی ایک واقعہ یا سہلو سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا جب آپ نے اپنے ساتھیوں کو کسی مشکل وقت میں چھوڑا ہوا یا ان کے دفاع، تحفظ اور امداد سے گریز کیا ہو یا کسی قسم کی روگردانی کی ہو۔

یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ ابنِ جعفری کے کارواں کو لوٹنے کا منصوبہ خود مجاہدین نکلے گا تھا اس سلسلے میں دوامِ سوالات پیدا ہوتے ہیں، ایک یہ کہ یہ حملہ کس تاریخ کو ہوا تھا اور دوسرے یہ کہ کیوں ہوا تھا جبکہ وہ ایک طرح سے حکمِ نبوی سے تجاوز تھا۔

جہاں تک وقت و تاریخ حملہ کا تعلق ہے، ماخذ کی متعدد روایات میں اختلاف و تناقض ہے۔ ابنِ اسحاق و ابنِ ہشام کی مطبوعہ سیرتوں میں عروہ کی محیاری روایت میں مدینہ سے مہم کی روانگی کا وقت ماہِ رجب بتایا گیا ہے۔^(۱۳۱) محمد بن حسیب بغدادی نے رجب کے آخری عشرے میں روانگی اور مکہ شریف کو واپس کی تاریخیں دی ہیں۔ ابنِ اسحاق کے تمام متبعین نے اپنے یہاں اسی ماہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق نخلہ میں کارواں پر حملہ کرنے یا نہ کرنے کی بحث چھڑی تو ابنِ اسحاق کے نزدیک وہ حتیٰ طور سے رجب کا آخری دن تھا اور مجاہدین نخلہ نے پورے علم و دانست میں ماہِ مقدس میں حملہ کیا تھا۔^(۱۳۲) واعدی کی روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخِ ہجرت کے سترہویں مہینے بتائی گئی

ہے جس سے بالواسطہ مراد رجب ہی ہے۔ لیکن غلطی میں کاروان پر حملہ کرنے سے قبل مسلمانوں نے جو بحث کی تھی اس میں یہ اختلاف یا اشتباہ ابھرا تھا کہ وہ رجب کی آخری تاریخ تھی یا شعبان کی۔^(۳۳۶) واقعی کاروان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجاہدین کو اس معاملے پر دو فریقوں میں منقسم پاتے ہیں۔ ایک آخر رجب کا قائل تھا تو دوسرا یکم شعبان کا۔ یعنی یہ معاملہ اشتباہ کا نہ تھا اختلاف کا تھا۔ طبری میں مذکورہ حدیث کی روایت میں تاریخ حملہ سنا آخر رجب تھا نہ اول شعبان بلکہ وہ آخری جمادی الاخریٰ یا یکم رجب تھی۔^(۳۳۷) یہ بہت اہم حقیقت ہے کہ طبری نے اپنی تفسیر میں نہ ہری کی سند پر عروہ کی اسی روایت کو جو پہلے نقل کیا ہے مگر اس میں حملہ کی تاریخ کو جمادی الاخریٰ کا آخری دن قرار دیا گیا ہے۔^(۳۳۸) تفسیر طبری میں سیر یہ غلطی کے بارے میں مذکورہ سترہ روایتوں میں سے اکثر میں یہ مذکور ہے کہ دماصل تھی تو وہ یکم رجب لیکن مسلمان جانا بازوں کو خیالی تھا کہ وہ آخری جمادی الاخریٰ کا دن تھا۔^(۳۳۹) بعض روایتوں میں حتیٰ طور سے اس کو جمادی الاخریٰ کی آخری دن قرار دیا گیا ہے۔^(۳۴۰) بہر حال یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ طبری نے اپنی کسی بھی روایت تفسیر میں شعبان کے مہینے یا اول تاریخ کا حوالہ تک نہیں دیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احادیث و آثار کے علاوہ کچھ نزدیک مہم غلطی کا مہینہ جمادی الاخریٰ تھا نہ کہ رجب اور حملہ کا دن آخری دن تھی جمادی الاخریٰ کی یا اول رجب تھی۔ گویا شعبان کا یہاں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ابن کثیر نے اپنی روایات تفسیر جن کی تعداد تقریباً دس ہے حملہ کی تاریخ آخری جمادی الاخریٰ یا اول رجب قرار دی ہے اور طبری سے مکمل اتفاق کیا ہے۔^(۳۴۱) یہ امر خاصہ اہم ہے کہ ابن کثیر کی روایات کی اسناد اکثر و بیشتر روایات میں طبری کی روایات سے قطعی مختلف اور تہی ہیں۔ اور ان میں دو روایتوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ایک نہ ہری سے موسیٰ بن عتبہ کی روایت۔ موسیٰ کو محدثین نے صحیح ترین اور ثقہ ترین مخاضی نویس کہا ہے۔^(۳۴۲) اور دوسری روایت میں ابن کثیر نے ابو بکر بن ہشام کی کتاب دلائل النبوة کا حوالہ دیا ہے جس کے مطابق حافظہ موصوف نے اس معاملہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لیا ہے۔ ان کے علاوہ تفسیر و حدیث کے متعدد دوسرے علماء و مصنفین نے بھی اسی کی تائید میں متعدد روایات بیان کی ہیں۔^(۳۴۳) مزید برآں ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں مہم غلطی کی روانگی کے بارے میں جو جملہ تحریر

کیا ہے وہ بھی بالواسطہ طور پر اس خیال کی تصدیق کرتا ہے کہ ہم دراصل جمادی الاخریٰ میں روانہ ہوئی تھی ماہِ رجب کا نام متعین روایت میں باتو معنف کی غلط فہمی کی بنا پر یا کاتب کی غلطی سے راہ پا گیا۔ اس کی تصدیق و تائید ان تمام دوسرے مورخین، مفسرین اور محدثین کی بیان کردہ روایات سے ہوتی ہے جو انہوں نے اسی سند پر یعنی زہری کے واسطے سے عروہ بن زبیر سے بیان کی ہیں۔ اس طرح روایات و آثار کی غالب اکثریت کا فیصلہ یہ ہے کہ سرِ نخلہ ماہِ جمادی الاخریٰ کے اواخر میں کسی وقت بھیجا گیا تھا اور حملہ کاروں نے نخلہ پر اس ماہ کے آخری دن / رات یا رجب کی پہلی رات کو ہوا تھا۔ اس غالب اکثریتی فیصلے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حملہ کی تاریخ آخری جمادی الاخریٰ تھی یا اول رجب نہ کہ آخری رجب یا اول شعبان۔ اس طرح واٹ کا خیال کہ حملہ وسط رجب میں ہوا تھا بالکل بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

اب یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ آخری جمادی الاخریٰ کا یا اول رجب کا۔ مجاہدین کو یقین تھا یا ان کو اس معاملہ میں سچائی کا اشتباہ ہو گیا تھا۔ ابن اسحاق میں عروہ کی روایت سے بھراحت معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین میں سے کسی کو بھی شبہ نہیں تھا کہ حملہ کی تاریخ ماہِ حرام کی تھی لیکن طبری نے اپنی تفسیر میں یہی روایت بیان کی ہے اور اس میں ہراحت کی ہے کہ مجاہدین نے جب حملہ کیا تو ان کو یقین تھا کہ وہ جلدی الاخریٰ کا آخری دن تھا۔ تفسیر طبری ہی میں مجاہد کی روایت میں بھی اسی کی تائید ہے اور ذکر اچکا ہے کہ تاریخ طبری میں سدی کی روایت اسی کی تائید کرتی ہے۔ اور یہی روایت پھر طبری نے تفسیر میں بھی دی ہے۔ ابن کثیر نے بھی اس روایت کو اپنی تفسیر میں معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسری روایتوں میں بھی یہ تاثر ملتا ہے کہ مجاہدین کو تاریخ کے سلسلہ میں کوئی اشتباہ نہ تھا۔ اور ان کو حتمی یقین تھا کہ وہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن تھا۔ اور یہی حقیقت بھی تھی۔ ان روایتوں کے بالمقابل متعدد اور کثیر روایات اس مضمون کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو تاریخوں کے بارے میں اشتباہ تھا اور یہ واقعی بھی تھا۔ وہ یقینی طور پر یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ دن آخری جمادی الاخریٰ کا تھا یا اول رجب کا۔ طبری کی تفسیر میں اس نوع کی روایات میں کئی گوشا کر کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح تفسیر ابن کثیر کی کئی روایات میں یہی مضمون پایا جاتا ہے۔ واقعی کے یہاں اگرچہ مہینے مختلف ہیں تاہم حرام و غیر حرام مہینوں میں اشتباہ کا جہاں تک تعلق ہے یہی

خیال اس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں نقطہ ہائے نظر کے علاوہ کچھ روایات ایسی بھی ہیں جو تیسرے نقطہ نظر کی ترجمان ہیں۔ یعنی حقیقتاً مخصوص دن تھا تو یکم رجب کا لیکن صحابہ کرام کی مجاہد جہات اس کو اپنے یقین و اعتماد و علم کی حد تک جہادی الاغری کا آخری دن سمجھتی تھی۔ تفسیر طبری میں حسن بن یحییٰ کی سند پر قسم مولیٰ ابن عباس کی روایت، محمد بن سعد کی سند پر ابن عباس کی دوسری روایت اور عمار بن حسن کی سند پر ابوالکھفاری کی روایت اور تفسیر اسی کثیر میں عوفی کی سند پر ابن عباس کی روایت کے علاوہ متعدد اسناد پر مروی متعدد روایتیں اس کی تائید کرتی ہیں۔ بہر حال تاریخ، حدیث، تفسیر اور آثار و قدحہ کی تمام روایات ان میں تین انواع میں سے کسی نہ کسی کی ہیں۔ اس شدید تناقص و اختلاف کی صحت میں بعد کے کسی مورخ کے لیے جتنی فیصلہ کرنا کہ حملہ کس دن کی اصلی تاریخ کیا تھی خاصہ دشوار کام ہے۔ ابن اسحاق کے مکتب فکر کا واضح فیصلہ ہے کہ بعض ناگزیر اسباب کی بنا پر جہات مجاہدین نے جیدہ و فائسہ کا رواں پر ماہ حرام میں حملہ کیا تھا جبکہ واقدی اور ان کے حامیوں کا زور اس پر ہے کہ تاریخ میں اختلاف رائے تھا۔ لیکن ان دونوں ابتدائی ماخذ سے دو الگ الگ نکات پر زور معلوم ہوتا ہے۔ ابن اسحاق وغیرہ کے نزدیک نفس فعل اتنا برا اور شنیع نہ تھا جتنا کہ وقتِ عمل جبکہ واقدی وغیرہ کے نزدیک وقتِ عمل سے زیادہ شناعتِ فعل پر زور ہے۔ بہر حال ان تینوں امکانات کا قوی احتمال تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ وزن آخری نقطہ نظر کے حق میں جاتا ہے۔ اس کی مزید تائید کردہ لوں کے اس الزام کہ مسلمانوں نے ماہِ حرام کی بے حرمتی کی تھی، کی تردید میں مکی مسلمانوں کا جواب تھا کہ حملہ ماہِ حلال میں کیا گیا تھا نہ کہ ماہِ حرام میں۔ بہر حال کوئی بھی صورت رہی ہو البتہ یہ قطعی اور حتمی ہے کہ ماہِ حرام کی بے حرمتی کی ذمہ داری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تھی۔ اور اگر کسی پر تھی بھی تو وہ اسیر سر یہ اور ان کے حامی مجاہدین کے سر تھی کیونکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حملہ کا کوئی حکم سرے سے دیا ہی نہیں گیا تھا۔ مغربی مورخین نے حملہ کی ذمہ داری اور اس کے ذریعہ ماہِ حرام کی بے حرمتی کی ذمہ داری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ڈالنے کی غیر معقول حد تک کوشش کی ہے۔ مونگمری واٹ نے اس سلسلے میں عجیب و غریب منطقی سے کام لیا ہے۔ ایک طرف تو وہ ہر تڑک کوشش کرتے ہیں کہ ماہِ حرام کی بے حرمتی کا جرم ذاتِ نبوی سے منسوب کریں اور

دوسری طرف اس کی تردید بھی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر آپ نے رجب میں حملہ کا منصوبہ بنایا ہی تھا اور آپ کے ساتھیوں نے اس کو عمل جامہ پہنایا ہی تھا تو آپ نے ایسا کر کے ارادنا بے حرمتی کا ارتکاب نہیں کیا تھا کیونکہ آپ ماہ رجب یا مقدس مہینوں کے تصور کو جاہلی مذہب کا حصہ سمجھتے تھے اور پورے جاہلی قدیم مذہب کے خلاف برسرِ پیکار تھے اس لیے اس خاص مہینے یا کسی بھی مقدس مہینے کی تقدیس کے قائل ہی نہ تھے۔ اس لیے آپ کے نزدیک اس ماہ میں کارواں پر حملہ کرنا کوئی گناہ کا کام نہ تھا۔ پھر آپ نے سر پر غلہ کی واپسی پر مجاہدین ہم کو کیوں سرزنش کی تھی کہ آپ نے ان کو ماہ مقدس میں جنگ کرنے کا تو حکم نہیں دیا تھا۔ اور کیوں مال غنیمت کو قبول نہیں کیا تھا اور کیوں اس کو معطل رکھا تھا؟ واٹ کا خیال ہے کہ ہم کے روانہ کرنے سے پہلے آپ کو مدینہ والوں کے اس معاملہ پر اتنے شدید رد عمل اور اتنے نازک و مشتعل جذبات کا علم نہیں تھا۔ اس کا احساس آپ کو ہم کی واپسی پر مدینہ کے مسلمانوں کے رد عمل سے ہوا۔ واٹ کی یہ بھی حلقی زوال ہے کہ مدنی مسلمانوں میں بہت سوں کو غالباً اس بات کا ڈر تھا کہ ماہ مقدس کی بے حرمتی کی پاداش میں قدیم دیوتاؤں کا عذاب کہیں ان کو یا اس جرم میں پوری قوم کو نہ آن پکڑے۔ اس رد عمل اور شدید بے چینی کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو حملہ کرنے کے اپنے سابقہ حکم کی تردید کر دی تھی اور اسی وجہ سے آپ نے مجاہدین کو سرزنش کی تھی اور مال غنیمت کی تقسیم کو معطل رکھا تھا۔^{۳۶} واٹ کی اس سلسلہ میں تمام دلیلیں اور خیالات حاکم کی حد تک پچکانہ ہیں۔ یہ خیال کہ آپ کو مدینہ کے مسلمانوں کے ماہ مقدس کی بے حرمتی کے بارے میں شدید جذبات اور نازک احساسات کا علم نہیں تھا، قابل قبول نہیں ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اور نامعقول یہ تصور ہے کہ مدینہ کے مسلمان ماہ حرام کی بے حرمتی پر دیوتاؤں کے عذاب سے ترساں و لرزاں تھے۔ یعنی مدنی مسلمانوں کو اپنے پُرانے دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں توڑنے میں تو کوئی خوف ان کے عذاب کا محسوس ہوا اور ہوا بھی تو ماہ مقدس کے بے احترام ہونے پر۔ واٹ نے اس سلسلہ میں دو نادر تحقیق کے نمونے اور پیش کیے ہیں۔ ایک یہ کہ مدینہ کے لوگوں کو قدیم مذہب سے مکہ والوں کی بہ نسبت زیادہ لگاؤ تھا اور دوسرے یہ کہ میکوں کے مقابلے میں مدینہ والوں کو جگہ

کا اتنا تجربہ نہ تھا۔ مکہ والوں کو چونکہ مسلسل جنگ و جدال کا سامنا کرنا پڑا تھا اس لیے ان کے یہاں نہ تو ماہ مقدس کا اتنا احترام تھا اور نہ ہی دوسرے عورت کا۔ جنگ کے زمانے میں ان کے یہاں ان تقدیرات کی شکل خلاف ہدزی ہوتی رہتی تھی۔^(۱۳۳) واث کا یہ پوتا تجریہ غیر علی اور سلمیٰ ہے۔ جہاں تک قدیم مذہب سے وابستگی کا تعلق ہے مدینہ والوں کے یہاں وہ مکہ والوں سے کسی طور زیادہ نہ تھی۔ تاریخی روایات اور شواہد سے اس کا قطعی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ بلکہ اس کی تردید کے متعدد قوی ثبوت ملتے ہیں اور سب سے بڑا ثبوت ان کی تیز رفتاری کے ساتھ اور خلوص سے قبول اسلام کی حقیقت ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مدنی صحابہ کرام کے دلچسپ بت شکنی کے واقعات سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔^(۱۳۴)

اس ذیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی وابستگی، ان کی محبت اور تعمیل حکم میں جاں نثاری اور خاص کر آپ کی سماجی اور مذہبی اصلاحات کو بطیب خاطر قبول کرنے کے حقائق کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ ان سے براہ راست اور بالواسطہ دونوں طرح سے اسلامی دین سے وابستگی اور محبت معلوم ہوتی ہے وہیں قدیم مذہب سے بیزاری اور بے تعلقی کا بھی علم ہوتا ہے۔ جہاں تک جنگ و جدال کے ان کے تجربے کا تعلق ہے وہ بھی مدینہ والوں سے اگر زیادہ نہ تھا تو کچھ کم بھی نہ تھا۔ واث نے اس سلسلے میں یہ تاریخی حقیقت بھلا دی کہ مدینہ کے انصاری قبیلوں اور خزرج نے پہلے یہودی قبائل کے خلاف مدتوں نبرد آزمانی کی تھی اور پھر بعد میں باہم دست بگریباں ہو گئے تھے اور جس کے نتیجے میں بیس بیس سال طویل اور خون آشام جنگیں جیسے حرب سمر، حرب حالمہ، حرب کعبہ، عمرو اور جنگ بعت وغیرہ لڑی گئی تھیں۔^(۱۳۵) ان جنگوں کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ نہ صرف مدینہ کے متعدد قبائل دو متحارب اتحادوں میں منقسم ہو گئے تھے بلکہ قرب و جوار کے بدوی قبائل جیسے جہینہ، مزینہ، بنو غطفان وغیرہ بھی ان اتحادوں کی لپیٹ میں آگئے تھے۔^(۱۳۶) بلکہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دور دراز شمالی علاقوں کے بعض بدوی قبائل بھی ان اتحادوں میں حلیف کی حیثیت سے شامل تھے۔^(۱۳۷) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ واث کی ماہ حرم سے مدینہ والوں کی جذباتی وابستگی کی پوری حقیقت غیر علی، غیر سنجیدہ اور غیر معقول ہے۔

اسی ذیل میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس ماہ حرام کی بے حرمتی کے نکتہ پر مدینہ میں مسلمانوں کی طرف سے شدید رد عمل، جیسے جینی واضطراب اور ناگہاری کا کیا ثبوت مآخذ سے ملتا ہے یا یہ بعض روایات سے نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ جہاں تک مآخذ کا تعلق ہے ایک روایت میں بھی اس نکتہ پر مدینہ والوں کے شدید رد عمل یا ناگہاری واضطراب کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ مغربی مؤرخین کے استطلاع کی ساری عمارت ان کے روایات و حقائق سے استنباط پر ہے۔ دائل کے نزدیک اس کے دو ثبوت ہیں۔ اول یہ کہ آپ نے مال غنیمت کی تقسیم کو معطل رکھا اور سر پہ کے مجاہدین کو سرزنش کی اور دوم یہ کہ قرآن مجید کی متعلقہ آیت میں ماہ حرام میں جنگ کرنے کے بارے میں جن سوال کرنے والوں کی طرف اشارہ ہے اس سے مسلمانان مدینہ مراد ہیں۔ جہاں تک مال غنیمت کے معطل یا موقوف رکھنے کا سوال ہے مآخذ سے بصرحت واضح ہوتا ہے کہ ایسا کرنا مسلمانوں کے کسی مخالفانہ رد عمل کے نتیجے میں نہیں تھا بلکہ اس کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کاروانِ نخلہ پر حملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کیا گیا تھا اور اس بنا پر وہ حملہ اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والا مال غنیمت دونوں غیر قانونی اور ناجائز تھے۔ غالباً منشاء یہ تھا کہ مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا جائے کہ بلا صریح حکم و اجازت کے حملہ کرنا اور مال غنیمت لوٹ لانا جائز نہیں ہے اور مسلمان حملہ آوروں کو مستقبل میں کسی مالی منفعت کی امید ایسے حلوں یا چھاپوں میں رکھنی چاہئے۔ دراصل یہ مستقبل میں حکم عدولی یا حکم سے تجاوز سے باز رکھنے کی پیش بندی تھی۔ اسی بنا پر غالباً مآخذ کے مطابق مسلمان مجاہدین کو اپنی ہلاکت کا اور عذاب الہی کا اندیشہ ہوا تھا۔ اس سے بڑا سبب یہ تھا کہ مال غنیمت کے سلسلے میں ابھی تک کوئی قرآنی نص نہ تھی مسلمان مفسرین اور علماء نے اس پر تقریباً اتفاق کیا ہے کہ مال غنیمت کے سلسلے میں تمام احکام غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئے تھے۔ تاریخی مآخذ میں ابن اسحاق، واقدی وغیرہ تمام سیرت نگاروں نے اسی کی تائید میں روایات نقل کی ہیں اور تفسیری و حدیثی روایات بھی اسی کی تائید میں ہیں (۱۵۱) حتیٰ کہ جدید مغربی مؤرخین نے بھی اس کو قبول کیا ہے۔ (۱۵۲) سیرت کی بات ہے کہ خود نو ظکری و آئی کو بھی اس حقیقت سے انکار نہیں ہے۔ (۱۵۳) کیا یہ ان کے دعوؤں کی تردید کے لیے کافی نہیں ہے۔ — (جاری)